''نیلسن منڈیلا، فرض کی ادائیگی، ابدی نیند''

''جب کوئی انسان اپنے ملک اور اپنی قوم کی عائد کردہ ذمہ داریاں پوری کر دیتا ہے، تو اسے آرام کرنے کا حق مل جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے اپنا فرض نبھانے کی کوشش کی ہے، اور اس لیئے اور اس وجہ سے، اب میں ابدی نیند سوسکتا ہوں''۔ یہ بصیرت انگیز اور پیغمبرانہ الفاظ جنوبی افریقہ کے اور انسانی تاریخ کے ایک عظیم رہنما ''نیلسن منڈیلا'' کے ہیں جو گزشتہ ہفتہ پچانوے سال کی عمر میں ابدی نیند سو گئے۔ نیلسن منڈیلا کو ان کے لوگ ''ما دیبا'' کے نام سے بھی پکارتے ہیں جو ان کا قبائلی نام تھا۔

میرے اس مضمون کی ابتدائی سطور میں اس شخص کا بیان ہے جو اپنے فرض سے پوری طرح واقف تھا، جسے اپنے نصب العین کے حق پر ہونے کا پورا یقین تھا، اور جو اپنے لوگوں کے حقوق کی خاطر اور حق کے لیئے اپنی جان دینے کو تیار تھا۔ انسانی تاریخ میں اس اصول پر عمل کرنے والوں کی روشن مثالوں میں سقراط اور امام حسین کا نام سرِ فہرست ہے۔ منڈیلا نے ان معزز ترین ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا۔

ان کے انتقال پر ساری دنیا کے عوام اور رہنماؤں نے اس بات کی گواہی دی ہے اور دے رہے ہیں کہ بلاشبہ نیلسن منڈیلا نے اپنا حق ادا کیا تھا، اپنا فرض نبھایا تھا اور اپنے ملک اور عوام کے لیئے بے مثال قربانیاں بھی دی تھیں۔ ان کی رہنمائی میں جنوبی افریقہ کے شہری انسانی تاریخ میں جنوبی افریقہ کی سفید فام اقلیت کی بدترین نسل پرستی اور استبداد کا طوق اتار کر آزاد ہوئے تھے۔ یہ نسل پرستی کیا تھی اور اس سے نجات میں نیلسن منڈیلا کا کردار کیا تھا، اسے سمجھنے کے لیئے ہمیں منڈیلا کی اس اہم اور تاریخی تقریر کے کچھ اقتباسات پر غور کرنا ہوگا، جس سے ہمیں جنوبی افریقہ میں نسل پرستی کے خلاف جدوجہد اور اس عظیم انسانی رویہ کے بارے میں پتہ چلے گا جس میں انسان حق، انصاف، اور اصول کے لیئے اپنی جان تک دینے کے لیئے تیار رہتا ہے۔

نیلسن منڈیلا اور ان کے ساتھیوں کو جنوبی افریقہ میں آزادی کی پر تشدد جدوجہد میں بغاوت کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ ساری دنیا کو اور خود منڈیلا کے وکلا کو یقین تھا کہ انہیں اس جرم میں سزائے موت دے دی جائے گی۔ اس مقدمہ کی سماعت میں، جو تاریخ میں Rivonia مقدمہ کے نام سے مشہور ہے، منڈیلا نے جو جنوبی افریقہ کی پہلی سیاہ فام قانونی کمپنی کے بانی تھے، عدالت کے سامنے جو تقریر کی تھی اس کے کچھ اقتباسات اس طرح ہیں:

''میں اس امر سے انکار نہیں کرتا کہ میں نے حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کا منصوبہ بے سوچے سمجھے نہیں بنایا تھا۔ میں نے بہت سکون اور سوچ بچار کے بعد یہ منصوبہ بندی اس سیاسی صورتِ حال کے خلاف کی تھی جو، سالہا سے میرے لوگوں کے خلاف سفید فاموں کے ظلم، استبداد، استحصال، اور جبر کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے۔۔۔۔ ہماری جدوجہد ایک حقیقی ظلم کے خلاف ہے، نہ کہ کسی مفروضہ ظلم کے خلاف جو صرف ہمارے ذہنوں کی اختراع ہے، اور جو وکیل سرکار کی نظر میں صرف مبینہ استبداد ہے۔۔۔۔ بنیادی طور پر ہماری جدوجہد ان دو جہتوں پر مبنی ہے جو جنوبی افریقہ میں زندگی کا خاصہ ہے اور جسے ہماری قانون سازی میں ضم کر دیا گیا ہے۔ ہم ان قوانین کو بدلنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔۔۔۔ جنوبی افریقہ ہمارے برِاعظم کا امیر ترین ملک ہے، اور دنیا کا امیر ترین ملک بن سکتا ہے۔ لیکن یہ شدید تضادات والا ملک ہے۔ یہاں کے سفید فام لوگ دنیا کے اعلیٰ ترین معیارِ زندگی کے حامل ہیں، اور یہاں کے سیاہ فام شہری بدترین عسرت اور غربت کی زندگی گزارتے ہیں۔۔۔ افریقیوں کی شکایت صرف یہ نہیں ہے کہ سفید فام بے پناہ متمول ہیں، اور سیاہ فام نہایت غریب، بلکہ ہماری شکایت اصلاً یہ بھی ہے کہ سفید فاموں کے بنائے ہوئے قوانین اس ناانصافی کو دائمی کرتے ہیں۔۔۔۔۔ میں نے اپنی ساری زندگی خود کو افریقیوں کی جدوجہد کے ساتھ منسلک کیئے رکھا ہے۔ میں نے ساری زندگی سفید فاموں کی برتری کے خلاف جدوجہد کی ہے، اور سیاہ فاموں کی برتری کے خلاف جدوجہد کی ہے۔۔۔۔ میں نے ساری زندگی جمہوریت اور ایسے آزاد معاشرے کے مثالیہ کو چاہا اور اپنایا ہے جس میں سب شہری مساوی حقوق کے ساتھ امن سے رہ سکیں۔ یہ وہ مثالیہ ہے جس کے حصول کے لیئے میں اپنی زندگی وقف کر چکا ہوں، اور اگر ضرورت پڑے تو میں اس مثالیہ کے لیئے جان بھی دینے کے لیئے تیار ہوں۔''

ان اقتباسات کے علاوہ منڈیلا کی عدالت میں کی گئی مکمل تقریر کا مطالعہ نہ صرف انسانی حقوق کے طالب علموں پر لازم ہے بلکہ ہر شخص اس کو سمجھ کر جنوبی افریقہ میں مقامی باشندوں پر سفید فاموں کی طرف سے بدترین ظلم اور سفید فام نسلی برتری اور انسانوں میں قائم کیئے گئے بُعد کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

جنوبی افریقہ میں یورپی نژاد لوگوں کی ایک اصطلاح Apartheid ہے۔ جس کا بنیادی مطلب لوگوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنا ہے۔ افریقہ میں یہ اصطلاح سفید فاموں اور سیاہ فاموں، اور دوسری رنگت والے لوگوں کو ایک دوسرے سے قانونی طور پر جبراً ایک دوسرے سے الگ رکھنے کے نظام کے لیئے استعمال کی جاتی تھی۔ منڈیلا نے ساری زندگی اسی نظام کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ اس نظام کو جنوبی افریقہ میں سفید فاموں کی ''نیشنل پارٹی'' نے سنہ ۴۸ سے سنہ ۹۴ تک نہایت سخت گیری کے ساتھ قائم رکھا تھا۔

اس نظام کے تحت سیاہ فام لوگوں کا سفید فاموں کے نلکوں سے پانی پینا، سفید فاموں کے لیئے مخصوص ساحلِ سمندر پر چلنا پھرنا، یا سفید فاموں کے لیئے مخصوص بسوں اور ریل گاڑیوں میں سفر کرنا ممنوع تھا۔ ان قوانین پر عمل نہ کرنے والے شہریوں کو روز صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور انہیں فوجداری قوانین کے تحت بدترین سزائیں دی جاتی تھیں۔ ان قوانین کے تحت سیاہ فام اور غیر سفید فام لوگوں کو صرف ایک دوسرے سے الگ مخصوص علاقوں میں رہنے کا حکم تھا۔ سیاہ فام اور سفید فام ایک دوسرے سے شادی نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہی سیاہ فاموں کو اجازت تھی کہ وہ سفید فام لوگوں کی عبادت گاہوں میں داخل ہو سکیں، نہ ہی سیا فاموں کو سفید فاموں کے قبرستانوں میں دفن کیا جا سکتا تھا۔ لوگ ان قوانین کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں مارے بھی جاتے تھے۔ بدقسمتی سے اس قسم کا رویہ ہم اپنے اطراف میں اور پاکستان میں اب بھی دیکھتے ہیں۔ بعض مبصرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ Apartheid کا نظام یہودیوں کے خلاف Holocaust کے جرم کے مساوی یا اس سے بھی بدتر تھا۔

Rivonia مقدمہ میں منڈیلا کی تقریر کے بعد انہیں اور ان کے ساتھیوں کو سزائے موت تو نہیں دی گئی لیکن انہیں بامشقت عمر قید کی سزائیں دی گیئں۔ ان سزاؤں کے تحت منڈیلا نے ستائیس سال کی قید بامشقت بھگتی، اور تپ دق کا شکار بھی ہوئے۔ لیکن وہ قید میں رہتے ہوئے بھی سفید فام استبداد کے خلاف اور افریقیوں کے حقوق کی جدوجہد کرتے رہے۔ ان کی جدوجہد کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ ساری دنیا سیاہ فاموں کے حقوق اور Apartheid کے ظالمانہ نظام کے خلاف متحد ہو گئی۔ جن عالمی رہنماؤں نے نسل پرستی کے قوانین کو منسوخ کرنے کی جدوجہد میں حصہ نہیں لیا اور اس جدوجہد کی حمایت نہیں کی ان میں امریکی صدر ریگن، برطانوی وزیرِ اعظم مارگریٹ تھیچر، اور اسرائیلی رہنما شمون پیریز شامل تھے۔ یہ جدوجہد اپنے منطقی انجام کو جب پہنچی جب امریکہ کے کاروباری اداروں اور بنکوں نے جنوبی افریقہ سے تعلق توڑنا شروع کیا۔

ایک طویل جدوجہد کے بعد منڈیلا کو ستائیس سال کے بعد قید سے رہائی ملی۔ اور انہوں نے قید سے نکلنے کے بعد قوم سے خطاب شروع کیا اور کہا کہ ''آج جنوبی افریقہ کے سیاہ فام اور سفید فام بخوبی جان گئے ہیں کہ Apaartheid کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ ہم سب کو مل کر اس ظلم کو ختم کرنا ہے۔ ہم نے اپنی آزادی کے لیئے طویل انتظار کیا ہے، اور اب ہم آزادی لے کر رہیں گے۔'' منڈیلا کی رہنمائی میں Apartheid کا نظام منسوخ ہوا اور جنوبی افریقہ کے شہریوں کو مساوی حقوق اور مکمل آزادی مل گئی۔

اس طرح منڈیلا نے اپنا اور اپنی قوم کا ''طویل سفرِ آزادی'' مکمل کیا۔ اس آزادی کو حاصل کرتے ہوئے منڈیلا نے اپنے اور اپنی قوم کی طرف سے اپنے سابقہ دشمنوں اور ان سفید فاموں کو معاف کر دیا جنھوں نے انہیں ماضی میں بدترین ظلم کا نشانہ بنایا تھا۔ کچھ سیاہ فام عمل پرست اس معافی سے خوش نہیں تھے۔ لیکن منڈیلا کی دوررس بصیرت کو اس صورتِ حال کا اندازہ تھا جس میں اکثریت آزاد ہونے کے بعد سابقہ اقلیتی ظالم حکمرانوں کو بدترین تشدد کا نشانہ بناتی ہے۔ ہم ایسا روز ہی مشرقِ وسطیٰ، افریقہ، لاطینی امریکہ، اور بعض یوروپی ملکوں میں ہوتا دیکھتے ہیں۔ معافی کے اس جذبہ، اس صفت کے حامل ہونے، اور اس پر عمل پیرا ہونے والے منڈیلا کا نام اب تاریخ کے عظیم ترین انسانوں اور رہنماؤں میں تا ابد لکھا گیا ہے۔

منڈیلا آزاد جنوبی افریقہ کے پہلے صدر منتخب ہوئے، اور اپنے دورِ صدارت میں انہوں نے جمہوری روایات کو مستحکم کیا اور جنوبی افریقہ میں ہر ایک کے لیئے مساوی حقوق کی ضمانت کو مکمل کیا۔ وہ اگر چاہتے تو تیسری دنیا کے دیگر حکمرانوں کی طرح اپنی مقبولیت کی بنیاد پر تا حیات صدر بن سکتے تھے۔ لیکن ایک با اصول جمہوریت پرست ہونے کی صفت رکھنے والے اس انسان نے صرف ایک دورِ صدارت کے بعد حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

منڈیلا دنیا میں ہر ایک کے لیئے انسانی حقوق اور آزادی کے خواہاں تھے۔ انہیں فلسطینیوں کی جدوجہد سے خصوصی اور دلی لگاؤ تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ''فلسطینیوں کی آزادی کے بغیر ہماری آزادی نا مکمل ہے''۔ منڈیلا کے انتقال پر معروف فلسطینی عمل پرست مروان برغوتی نے، جو اسرائیل میں متعدد عمر قید کی سزا میں قید ہیں کہا ہے کہ، ''ہم اس لیئے آزاد ہو سکیں گے کہ منڈیلا نے ہمیں آزادی حاصل کرنے کی مثال پیش کی ہے''۔

منڈیلا کی جدوجہد میں کینیڈا کی سب جماعتوں نے بھرپور کردار ادا کیا تھا۔ جن میں قدامت پرست جماعت کے سابق وزیرِ اعظم ملرونی، اور کلارک پیش پیش تھے۔ سابق وزیرِ اعظم کریچیاں نے انہیں کینیڈا کی اعزازی شہریت پیش کی تھی۔ ان کے نام پر کینیڈا میں ایک اسکول بھی قائم ہے۔ منڈیلا بھی کینیڈا سے محبت کرتے تھے۔ ان کے انتقال پر کینیڈا کے وزیرِ اعظم ہارپر کے ساتھ تین سابق وزیرِ اعظم، موجودہ اور سابق گورنر جنرل، حزبِ اختلاف کے رہنما اور کئی صوبائی وزرائے اعلیٰ، ان کی آخری رسومات میں شرکت کرنے گئے ہیں۔

اپنی زندگی میں منڈیلا نے حق کی جدوجہد میں اپنا فرض پوری طرح سے ادا کیا اور اس عمل کو آئندہ نسلوں کے لیئے مثال بنا دیا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی ہر انسان کے حقِ آزادی، اور احترام کے لیئے منڈیلا کی روشن کی ہوئی مشعل اٹھائیں اور سب کے لیئے مساوی حقوق کے طویل سفر پر ثابت قدمی سے گامزن رہیں۔